ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲- ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

۲۰- جون ۱۹۵۸ء

قیمت ۵/

Amjid

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

دفن کے بعد

عن عثمان قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له التثبيت فانه الآن يسأل رواه ابوداؤد۔

ترجمہ۔ عثمانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر (لوگوں سے) فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو۔ اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

سانپوں کے عذاب کا بیان

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُسَلَّطُ عَلَی الْکَافِرِ فِیْ قَبْرِہٖ تِسْعَۃٌ وَّ تِسْعُوْنَ تِنِّیْنًا تَنْھَشُہٗ وَتَلْدَغُہٗ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ لَوْ اَنَّ تِنِّیْنًا مِّنْھَا نَفَخَ فِی الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ خَضِرًا رواہ الدارمی وروی الترمذی

ترجمہ۔ ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے اوپر اس کی قبر میں ننانوے اژدہے مقرر کئے جاتے ہیں۔ جو اس کو کاٹتے اور ڈستے ہیں۔ قیامت تک اور وہ اژدہے ایسے ہیں۔ کہ اگر ان میں سے ایک زمین پر پھنکار مارے تو زمین سبزہ پیدا کرنے سے محروم ہو جائے (دارمی) اور ترمذی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے لیکن اس میں ننانوے کے بجائے ستر کا عدد ہے۔

قبر کے تنگ ہونے کا بیان

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ فَلَمَّا صَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَسُوِّیَ عَلَیْہِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ فَکَبَّرْنَا فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَہُ اللّٰہُ عَنْہُ۔

رواہ احمد۔

ترجمہ۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذؓ کے وفات پا جانے پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جنازہ پر گئے۔ پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھ لی۔ اور ان کو قبر میں اتار کر قبر کی مٹی برابر کر دی گئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح (یعنی سبحان اللہ) پڑھی۔ ہم نے بھی دیر تک سبحان اللہ پڑھا۔ پھر آپؐ نے تکبیر کہی۔ پھر آپؐ سے پوچھا گیا۔ آپ نے تکبیر کیوں کہی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس بندۂ صالح کی قبر اس پر تنگ ہو گئی تھی۔ پھر خدا نے ہماری تسبیح و تکبیر سے اس کو کشادہ کر دیا۔ (احمد)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّکَ لَہُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَھِدَہٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّۃً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْہُ

رواہ النسائی

ترجمہ۔ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ (یعنی سعد) وہ شخص ہے۔ جس کے لئے عرش نے حرکت کی۔ یعنی اس کی روح آسمان پر پہنچنے کے وقت اور کھولے گئے اس کے لئے آسمان کے دروازے اور حاضر [illegible]

[illegible]

[illegible] خطیبا [illegible] فتنة القبر التي يفتتن فيها المرء فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجة [illegible] النسائي حالت بيني وبين ان افهم كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما سكنت ضجتهم قلت لرجل قريب مني اي بارك الله فيك ماذا قال رسول الله صلى الله عليه وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِہٖ قَالَ قَالَ قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ قَرِیْبًا مِّنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ۔

ترجمہ۔ اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ کیا (یعنی تقریر کی) پس ذکر کیا قبر کے فتنہ کا۔ جس میں انسان کو آزمایا جاتا ہے۔ پس اس ذکر سے مسلمان (خوفزدہ ہو کر) دیر تک (روتے اور) چلاتے رہے۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔ اور نسائی نے یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں۔ کہ آدمیوں کے رونے اور چلانے کے سبب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو نہ سن سکی۔ جب یہ شور کم ہوا تو میں نے اس شخص سے جو میرے قریب تھا پوچھا تم کو خدا برکت دے۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔ اس نے بتلایا۔ کہ آپؐ نے یہ بتلایا تھا۔ کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں کے اندر فتنہ میں ڈالے جاؤ گے یعنی تم کو آزمایا جائے گا۔ اور یہ امتحان فتنۂ دجال کے قریب قریب ہوگا۔

روزانہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

سو مرتبہ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

دو سو مرتبہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

تین سو مرتبہ

ہفت روزہ

خُدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۵۸ء | شمارہ ۶

ضروری اشیاء پر کنٹرول

قارئین کرام نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی ہوگی۔ کہ ضروری اشیاء کی قیمتوں اور تقسیم پر کنٹرول کرنے کی تجویز مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے زیر غور ہے۔

اکثر اخبارات نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں حکومت کا یہ اقدام عوام کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوگا۔

آزاد اور خود مختار حکومتیں ضروری اشیاء کی قیمتوں اور ان کی مساویانہ تقسیم پر اس وقت کنٹرول کرتی ہیں جب ہنگامی حالات میں ان کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے۔ یا وسائل آمد و رفت کے باسانی مہیا نہ ہو سکنے کی وجہ سے ان کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں بڑے بڑے ممالک کے اکثر کارخانے اور فیکٹریاں فوجی سامان کی تیاری میں دن رات مصروف رہتی تھیں۔ صرف معدودے چند کارخانے اور فیکٹریاں عوام کے لئے ضروری اشیاء تیار کرتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان اشیاء کی پیداوار میں معتدبہ کمی واقع ہوگئی۔ اس کے علاوہ فضائی بحری اور بری تمام راستے خطرناک ہوگئے۔ جس کی وجہ سے ضروری اشیاء کی نقل و حمل میں دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ ان ہنگامی حالات میں اکثر حکومتوں نے کنٹرول کا نفاذ کرکے عوام کو ضروری اشیاء مہیا کرنے کا انتظام کیا۔ برصغیر ہند و پاکستان میں بھی کنٹرول نافذ کیا گیا۔ اکثر شہروں میں چینی اور گندم کا راشن کر دیا گیا۔ ہمارے ملک میں ان دونوں اشیاء پر کنٹرول اس وقت سے چلا آ رہا ہے۔ ہمیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید ہماری نا اہل حکومت کی وجہ سے یہ کنٹرول قیامت تک جاری رہے گا۔

اس وقت نہ ہنگامی حالات ہیں اور نہ آمد و رفت کے راستے مسدود ہیں ہر چیز بکثرت پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ چند خود غرض کارخانہ داروں نے لوٹ مچا رکھی ہے۔ حکومت اس صورتِ حال کو محسوس کرتی ہے۔ اور بعض اوقات اس کا انسداد کرنے کے لئے کچھ اقدام بھی کرتی ہے۔ مگر اپنی بے بسی کا زبانِ حال سے اقرار کرکے خاموش ہو رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں کنٹرول کا نفاذ عوام کو ضروری اشیاء سے بالکل محروم کر دیگا۔ کنٹرول شدہ اشیاء "زیرِ زمین" چلی جائیں گی۔ اور بلیک مارکیٹ میں اور زیادہ گراں فروخت ہوں گی۔ عوام کی طاقت خرید پہلے ہی ختم ہو چکی ہے۔ وہ اور مہنگی اشیاء کس طرح خرید سکیں گے؟ گویا کنٹرول کے معنی یہ ہوں گے کہ عوام ضروری اشیاء سے محروم ہو جائیں گے۔

ان حالات میں کنٹرول عوام کے لئے فائدہ مند نہ ہوگا۔ اس لئے ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ خدارا عوام کے حال پر کرم کیجئے۔ وہ ایسے لطف سے جو ستم شریک ہو باز آئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کنٹرول کرکے اس کا صحیح نفاذ نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کنٹرول کی تجویز پر عمل کرکے عوام کی مشکلات میں اضافہ نہ کیجئے۔

ہند و پاکستان کے سفارتخانے

اس وقت ہند و پاکستان کی حکومتوں کے مندرجہ ذیل دفاتر دونوں مملکتوں میں موجود ہیں۔ ہم نے ان کو ان کے معیار کے مطابق ایک دوسرے کے بالمقابل درج کیا ہے۔

۱۔ ہندوستانی ہائی کمشنر کراچی۔	۱۔ پاکستانی ہائی کمشنر دہلی
۲۔ ہندوستانی ڈپٹی ہائی کمشنر لاہور۔	۲۔ پاکستانی ڈپٹی ہائی کمشنر چاندنی گڑھ
۳۔ ہندوستانی اسسٹنٹ ہائی کمشنر حیدر آباد	۳۔ پاکستانی اسسٹنٹ ہائی کمشنر بمبئی۔

اس کے علاوہ بھارتی ویزا آفس مشرقی پاکستان اور پاکستانی ویزا آفس مشرقی بنگال بھی تھے۔ جو دونوں حکومتوں کے فیصلہ کے مطابق بند ہو چکے ہیں۔

اب دونوں حکومتوں نے یکم جولائی اور یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء سے مندرجہ بالا ۲ اور ۳ کے مزید دفاتر بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن ہمیں یہ ہمیں معلوم افسوس ہوا کہ اس میں عدل و انصاف کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ یکم جولائی ۱۹۵۸ء کو مندرجہ ذیل دفتر بند ہو رہے ہیں۔

۱۔ پاکستانی ڈپٹی ہائی کمشنر چاندنی گڑھ	۱۔ پاکستانی اسسٹنٹ ہائی کمشنر بمبئی

عدل و انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ یکم جولائی ۱۹۵۸ء سے پاکستانی ڈپٹی ہائی کمشنر چاندنی گڑھ کے ساتھ ساتھ ہندوستانی ہائی کمشنر لاہور کا دفتر بند کیا جاتا۔ لیکن ہندوستانی ڈپٹی ہائی کمشنر لاہور کی بجائے ہندوستانی اسسٹنٹ ہائی کمشنر حیدر آباد کا دفتر یکم جولائی سے بند کیا جا رہا ہے۔ گویا ہمارے بڑے دفتر کے مقابلہ میں ہندوستان اپنا چھوٹا دفتر بند کرے گا۔ اول الذکر یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء سے دفتر پاکستانی اسسٹنٹ ہائی کمشنر بمبئی کے ساتھ بند ہوگا۔

خدا جانے یہ فیصلے دونوں ممالک نے آپس میں مشورہ کے بعد کئے ہیں یا ہر حکومت کا اپنا فیصلہ ہے اور دوسری حکومت کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ پہلی صورت میں ہماری وزارت خارجہ ہندوستانی وزارت خارجہ نے اپنی عیاری کا ثبوت دیا ہے۔ ہماری رائے میں دونوں صورتیں افسوسناک ہیں۔ اور سیاسی لحاظ سے ہمارے اربابِ اقتدار کے دیوالیہ پن کا ثبوت ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ہندوستان کے ساتھ کوئی معاملہ طے کرتے وقت ذرا ہوشیاری سے کام لیا کریں۔

پنجاب پریس لاہور باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا

افکار و حوادث

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر)

فطرت کے تقاضوں کا سمجھنا ہے خلافت
اور جذبۂ خدمت میں ہے پوشیدہ امامت

تُو احسن و اشرف ہے تو بن صاحب تقوےٰ
پہنائیں گے تب سر پہ ترے تاج کرامت

یاں کٹتی ہے گردن۔ تو وہاں جھکتی ہے گردن
یہ اپنی عبادت۔ وُہ فرشتوں کی عبادت

وُہ قادرِ مطلق ہے مگر اُس کے جہاں میں
وابستہ خلیلوںؑ سے رہی دین کی عظمت

جس آنکھ کا کعبہ ہو بھلا قُحبۂ دُنیا
وُہ آنکھ کبھی دیکھے گی آثار قیامت؟

اے میرے وطن! تیری فضاؤں میں شر رہیں
خطرہ ہے کہ برباد نہ ہو جائے یہ دولت

اُس قوم کی کشتی تو ہے گردابِ بلا میں
جس قوم کے سینے میں نہ ہو نورِ فراست

اُس مُلک کو ذِلّت سے بھلا کون بچالے
برسوں سے نہ حاصل ہو جسے حُسنِ قیادت

ہاں ہمّتِ مردانہ۔ جوانانِ وطن کی
تائیدِ الٰہی سے بدل سکتی ہے قسمت

خُوں رووں ترے حال پہ اے اُمّتِ مرحوم
فرصت نہیں دیتے۔ مجھے افکارِ معیشت

آخگر کی سعادت کا فقط ایک نشاں ہے
رکھتا ہے۔ یہ سرکارِ مدینہؐ سے عقیدت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۴ ذیقعد ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۵۸ء

(۱) قیامت کے دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ ہوگا

(۲) اماموں کی دو قسمیں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

۱۔ بہشت میں پہنچانے والے
۲۔ دوزخ میں لے جانے والے

لہٰذا

ہر انسان کا فرض ہے۔ دنیا میں سوچ لے کہ دونوں قسموں کے اماموں میں سے

یہ کس کی تابعداری کر رہا ہے

پہلے دعویٰ کا ثبوت

(یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝)

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۸ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ جس دن ہم ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے۔ سو جسے اس کا اعمالنامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا۔ سو وہ لوگ اپنا اعمالنامہ پڑھینگے۔ اور وہ تاگے کے برابر ظلم نہیں کئے جائینگے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ہر ایک انسان قیامت کے دن اس امام کے ساتھ ہوگا۔ جس کی دنیا میں تابعداری کیا کرتا تھا۔

اماموں کی دو قسمیں

۱۔ بہشت میں پہنچانے والے

ثبوت اوّل

(قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۝ وَنَجَّیْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ۭ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝)

سورہ الانبیاء رکوع ۵ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ پر سرد اور راحت ہو جا۔ اور انہوں نے اس (ابراہیم) کی برائی چاہی۔ سو ہم نے انہیں ناکام کر دیا۔ اور ہم اسے اور لوطؑ کو بچا کر اس زمین کی طرف لے آئے۔ جس میں ہم نے جہان کے لئے برکت رکھی تھی۔ اور ہم نے اسے اسحٰق بخشا۔ اور انعام میں یعقوب دیا۔ اور سب کو نیک بخت کیا۔ اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا۔ جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے۔

حاصل

ان آیات کا حاصل یہ نکلا کہ مذکورۃ الصدر آیات میں جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا ہے۔ یہ حضرات ایسے تھے۔ جو اللہ تعالےٰ کے حکم سے انسانوں کی صحیح راہ نمائی کرتے تھے۔ اور ان حضرات کو اللہ تعالےٰ نے نیکی کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ ان حضرات کے حق میں شہادت دیتے رہا ہے۔ کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرنے والے تھے۔

کتنے بڑے خوش نصیب

انسانوں میں سے وہ لوگ کتنے بڑے خوش نصیب ہوں گے جو ابراہیم السلام اور ان کی اولاد کے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اپنا امام (رہبر) بنالیں۔

حضورِ انورؐ کی تمام امت کے امام
حضرت ابراہیمؑ ہی ہیں

(وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَی النَّاسِ ښ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۝)

سورہ الحج رکوع ۱۰ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں پسند کیا ہے۔ اور دین میں تم پر کسی قسم کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اسی لئے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا۔ اور اس قرآن میں بھی۔ تاکہ رسول تم پر گواہ بنے۔ اور تم لوگوں پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو۔ وہی تمہارا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام
امتِ محمدیہ کے باپ ہیں
از حاشیہ شیخ الاسلام

(ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور کے اجداد میں ہیں۔ اس لئے ساری امت کے باپ ہوئے۔" در اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیمی پر ہی ہیں۔ آپؐ کے اصول دین ابراہیم علیہ السلام والے دین ہی کے ہیں۔ البتہ ان اصول کو صورتوں کے سانچے میں ڈھلنے کے وقت کچھ صورتوں میں علیحدگی نظر آئے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس ضابطے کی ایک مثال

روزہ میں پائی جاتی ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہے

(كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) سورہ البقرہ رکوع ۲۳

ترجمہ - تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا -

اس اعلان سے ثابت ہوا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا - مطلق روزہ رکھنے کا تمام شرائع میں اتفاق ہونے کے باوجود

اوقات روزہ میں اختلاف رہا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے اوقات ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے - مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا - حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے[3] اور یہود پر عاشورہ اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے - حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دو دن افطار کرتے تھے -

بعینہٖ اسی طرح

ملّت ابراہیمی اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اصولاً اتحاد بھی ہے اور صورت میں اختلاف بھی ہے - گزشتہ سطور سے

یہ نتیجہ نکلا

کہ مسلمانوں کے اصلی امام الائمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں - اور اس کے بعد ملت ابراہیمی کی تجدید کرنے والے خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے امام تجویز کیے گئے ہیں - حضور انورؐ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حضور کی امت کے امام تجویز کیے گئے ہیں - چنانچہ اس کے ثبوت میں

ارشاد الٰہی ملاحظہ ہو

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ - اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے - اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے - اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے -

[3] [illegible]

حاصل

یہ نکلا - کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت تسلیم کرنے کے بعد آپ کے صحابہ کرام کی امامت بھی ہمیں ماننی پڑے گی ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض اور جہنم ٹھکانا ہوگا - اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

وضاحت کے لئے ایک مثال

صحابہ کرام کی امامت کے تسلیم کرنے اور ان کی تابعداری کے ضروری ہونے کی ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں - جس طرح ایک بہت بڑی وسیع مسجد میں جب امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچ سکے - تو امام کے پیچھے مکبّر کھڑے کئے جاتے ہیں - امام سے دور والے نمازی در اصل اقتدا امام صاحب کی کر رہے ہیں مگر رکوع - سجود وغیرہ میں مکبّر کی آواز ہی سے نقل و حرکت کرتے ہیں - باوجود امام کا وجود نہ دیکھنے اور اس کی آواز کے نہ سننے کے ہر نمازی یہی سمجھتا ہے کہ میں اپنے اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا ہوں - جو محراب مسجد میں کھڑا ہے -

بعینہٖ اسی طرح

مسلمان اپنے اس امام کی تابعداری (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے مسلک کا پابند ہو) اسی خیال سے کرتے ہیں - گویا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کر رہے ہیں اور جو امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے مسلک کے خلاف ہو اس کی تابعداری مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف سمجھتے ہیں - اور اس سے پرہیز کرتے ہیں -

اب کھرے اور سچے مسلمانوں

کے اماموں کی ترتیب یوں ہوئی - آج سے لے کر صحابہ کرامؓ تک مسلمانوں کے کل متبع سنت امام اور ان کے آگے صحابہ کرام اور صحابہ کرام سے آگے رحمۃ للعالمین - اور رحمۃ للعالمین سے آگے حضرت ابراہیمؑ - اس کے بعد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت

ملاحظہ ہو - إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

سورہ النحل رکوع ۱۶ پارہ ۱۴

ترجمہ - بیشک ابراہیمؑ ایک پوری امت تھا - اللہ کا فرمانبردار تمام راہوں سے ہٹا ہوا - اور مشرکوں میں سے نہ تھا - اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا - اسے اللہ نے چن لیا - اور اسے سیدھی راہ پر چلایا - اور ہم نے اسے دنیا میں بھی خوبی دی تھی - اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوگا - پھر ہم نے تیرے پاس وحی بھیجی - کہ تمام راہوں سے ہٹنے والے ابراہیم کے دین پر چل -

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محاسن

ان آیات میں جو حضرت ابراہیمؑ کے محاسن گنوائے گئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں - (۱) ایک پوری امت کے قائمقام (۲) اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار (۳) تمام غلط راستوں سے ہٹا ہوا (۴) شرک سے بیزار (۵) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرگزار - (۶) اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ (چنا ہوا) - (۷) اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ پر چلنے والا (۸) جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خوبی عطا فرمائی تھی (۹) آخرت میں نیکوکاروں میں ہوگا (۱۰) مشرکوں میں سے نہیں تھا -

امت کے امام حضور انورؐ اور آپ کا امام

حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی شہادت کے مطابق دس خوبیوں کے حامل تھے -

نتیجہ

یہ نکلتا ہے - کہ ہم اپنے امام الائمہ کے محاسن کا اتباع کریں - اور ان کی جو خوبیاں امت کے اندر پیدا ہو سکتی ہیں - انہیں اپنانے کی سعی بلیغ کریں - بالخصوص مسلمانوں کے ائمہ کرام کو ان محاسن کا حامل ہونا اشد ضروری ہے - تاکہ مسلمان ان کی امامت کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خیال کریں - اور ان کے محاسن کو دیکھ کر ان کے مقتدی بھی راہ راست پر آئیں - اور ان کا نمونہ اختیار کر کے اپنی آخرت سنواریں -

بہشت میں پہنچانیوالے اماموں کے متعلق

ثبوت دوم

(وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝

سورہ السجدہ رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ - اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی - پھر آپ اس کے ملنے میں شک نہ کریں - اور ہم نے ہی اسے بنی اسرائیل کے لئے راہنما بنایا تھا - اور ہم نے ان میں سے امام بنائے تھے - جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے - جب انہوں نے صبر کیا تھا - اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے -

بنی اسرائیل میں ائمہ ہدایت کا پیدا ہونا

اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل میں بھی صحیح راہ نمائی کرنے والے امام پیدا کئے تھے -

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورۃ الصدر آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں - " یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں - اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں - تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا - چنانچہ ہوا اور خوب ہوا -

اماموں کی دوسری قسم اپنے متبعین کو دوزخ میں لے جانے والے

ثبوت اوّل

(وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝)

سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰

ترجمہ - اور اس (فرعون) نے اور اس لشکروں نے ملک میں ناحق تکبر کیا - اور خیال کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے - پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا - پھر انہیں دریا میں پھینک دیا - سو دیکھ لو - ظالموں کا کیا انجام ہوا - اور ہم نے انہیں امام بنایا - وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں ملیگی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی - اور وہ قیامت کے دن بھی بد حالوں میں ہونگے -

حاصل

یہ نکلا کہ فرعون اور اس کے لشکر والے لوگوں کے امام بن کر انہیں دوزخ کی طرف بلاتے تھے - چنانچہ ان ظالموں کا دنیا میں کیسا برا انجام ہوا - اور ان گمراہی کے ائمہ پر دنیا میں بھی لعنت پڑی - اور علاوہ اس کے قیامت کے دن زبوں حال ہونگے -

ثبوت دوم

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝)

سورہ الحج رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ - اور بعضے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں بے سمجھی سے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہنے پر چلتے ہیں - جس کے حق میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اسے یار بنائے گا - تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا - اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا -

حاصل

یہ نکلا کہ بعض آدمی شیطانوں کی راہنمائی کے مطابق چلتے ہیں - حالانکہ شیطان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا فیصلہ یہ ہے - کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ دوستی رکھیگا تو وہ اسے گمراہ کر دیگا - اور اسے دوزخ کا راستہ دکھائے گا -

ایک خدشہ اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہو کہ شیطان تو انسان کو نظر نہیں آتا - تو پھر وہ انسان کو گمراہ کس طرح کر سکتا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ شیطانوں کی دو قسمیں ہیں - بعض انسان بظاہر تو انسان نظر آتے ہیں - مگر اندر کے حالات کے لحاظ سے بالکل مکمل شیطان ہوتے ہیں - چنانچہ قرآن مجید کی آخری سورت (سورہ الناس) کے آخری لفظ کا یہی ترجمہ ہے - کہ بعض انسان بالکل صحیح معنی میں شیطان ہوتے ہیں - ہاں انسانوں کی طرح جنوں میں بھی بعض شیطان ہوتے ہیں - (سارے نہیں - کیونکہ جنوں میں بعض صحابہ کرام بھی تھے - اور ان میں سے بعض اللہ تعالےٰ کے بڑے نیک بندے خدا پرست - خدا ترس - شریف الطبع وغیرہ صفات حمیدہ سے متصف بھی ہوتے ہیں) جنوں میں سے جو شیطان ہوتے ہیں - وہ انسان کے دل میں (برائی اور بے راہ روی کا) خیال ڈال دیتے ہیں - ان کی راہ نمائی کے مطابق انسان غلط کام کرنے لگ جاتا ہے - انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کام میں میری عقل راہنمائی کر رہی ہے - حالانکہ یہ خیال غلط ہوتا ہے - بلکہ وہ غلط راستہ شیطان کی طرف سے دل میں القاء شدہ ہوتا ہے -

ہاں اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے ایسے درجے والے بھی ہوتے ہیں جو شیطان کے القاء کو بھانپ جاتے ہیں

(اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝)

سورہ الاعراف رکوع ۲۴ پارہ ۹ -

ترجمہ بیشک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں - جب انہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے - تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں - پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - " پہلے (گزشتہ آیت میں) تو تنہا حضورؐ کو خطاب تھا - گو حکم استعاذہ میں سب شامل تھے - اب عام متقین (خدا ترس پرہیزگاروں) کا حال بیان فرماتے ہیں یعنی عام متقین کے حق میں یہ مجال نہیں کہ شیطان کا گزر ان کی طرف ہو - اور کوئی چرکہ لگا جائے - البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے - کہ شیطان کے اغوا سے ممتد غفلت میں نہیں پڑتے - بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے - ٹھوکر لگی - اور معاً سنبھل گئے - سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں - غفلت کا پردہ اٹھ گیا - نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا - اور

بہت جلد نازیبا کام رُک گئے۔ باقی غیر متقین (جن کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو۔ اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے۔ ان کا حال یہ ہے۔ کہ شیاطین ہمیشہ انہیں گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں۔ اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے۔ اِدھر یہ لوگ ان کی اقتداء و پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اور اس طرح ان شیاطین کے غرور و سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے۔ فوراً خدا سے پناہ مانگے۔ دیر نہ کرے۔ ورنہ غفلت میں عادی ہوکر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہیں رہے گی۔

جس طرح بہشت میں پہنچانے والے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد

حق پرست علماء کرام (جو فقط کتاب و سنۃ کی روشنی میں خود چلتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی رہنمائی بھی اسی ضابطہ کے ماتحت کرتے ہیں) ان سے اُوپر صحابہ کرام۔ ان سے اُوپر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے اُوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

بعینہٖ اسی طرح

قیامت تک پیدا ہونے والی نسل انسانی کے لئے ابلیس کے نائبین مخلوقِ خُدا کو گمراہ کرتے رہیں گے۔ اگرچہ ابلیس لعین کا سلسلہ بھی آدم علیہ السلام کے دُنیا میں آنے کے وقت سے ہی چلا آ رہا ہے۔ مگر آج کل کے زمانہ کے لحاظ سے یوں تعبیر کیا جائے گا۔ کہ آج کل بھی شیاطین الانس والجن اللہ تعالےٰ کی کتاب پاک (قرآن مجید) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے ہٹا کر کچھ اور ہی قسم کا خود ساختہ دین لوگوں کو سکھائینگے۔ اور اسی کو دن رات پھیلائیں گے۔ اور ہمیشہ کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح راہ نمائی کرنے والے اللہ تعالےٰ کے بندوں کی توہین و تذلیل کرتے رہیں گے (جس طرح دشمنانِ اسلام رحمۃ للعالمین کی توہین کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے) اور جس طرح حق پرستوں کے سلسلہ کی کڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جا پہنچی ہے۔ اور اس سے اُوپر اللہ تعالےٰ کی ذات پاک تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح شیاطین الانس والجن کے سلسلہ کی آخری کڑی ابلیس لعین تک جا پہنچتی ہے۔ علاوہ اپنے نمائندوں کے وہ خود بھی قیامت تک زندہ رہے گا۔

شیطان کے نمائندوں کا روزانہ فساد پھیلانے کے لئے دنیا میں جانا

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاہُ یُفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَدْنَاھُمْ مِّنْہُ مَنْزِلَۃً اَعْظَمُھُمْ فِتْنَۃً یَجِیْءُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا وَکَذَا فَیَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ ثُمَّ یَجِیْءُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ مَا تَرَکْتُہٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اِمْرَاَتِہٖ قَالَ فَیُدْنِیْہِ مِنْہُ وَیَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ اَرَاہُ قَالَ فَیَلْتَزِمُہٗ رواہ مسلم

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں۔ پھر اس شیطان کے سب سے قریب ان میں سے مرتبہ کے لحاظ سے وہ ہوتا ہے جو فتنہ پردازی کے لحاظ سے ان میں سے سب سے زیادہ ہو۔ ان میں سے ایک شیطان کے پاس آتا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے اس طرح اس طرح کیا ہے۔ پھر (شیطان) کہتا ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا پھر ان میں سے ایک آتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ میں نے اس شخص کو چھوڑا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جُدائی ڈلوا دی (یعنی طلاق دلوا دی) آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ شیطان اس کو اپنے سے قریب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اعمش (راوی) کہتا ہے۔ مجھے یہ بھی خیال آتا ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ پھر وہ شیطان اسے اپنے گلے لگا لیتا ہے۔

قیامت کے دن شیطان کا اپنے تابعداروں سے بیزاری کا اعلان اور اپنے تابعداروں کو مجرم قرار دینا

(وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ج فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ط اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ط اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥

سورہ ابراہیم رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور جب فیصلہ ہو چکے گا۔ تو شیطان کہے گا۔ کہ بے شک اللہ نے تم سے سچّا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ پھر میں نے وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر اس کے سوا کوئی زور نہ تھا۔ کہ میں نے تمہیں بُلایا۔ پھر تم نے میری بات کو مان لیا۔ پھر مجھے الزام نہ دو اور اپنے آپ کو الزام دو۔ نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میرے فریاد رس ہو۔ میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے شریک (خُدا) بناتے تھے۔ بیشک ظالموں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ شیطان لعین جو روز ازل سے اللہ تعالےٰ کے بندوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا تھا۔ اور اسی اعلان کی بنا پر ہر دور زمانہ میں کروڑہا انسانوں کو گمراہ کرتا رہا۔ اور آج اپنے آپ کو بری الذمہ بناکر اپنے گمراہ ہونے والے یاروں کو مجرم بنا رہا ہے کہ میرا تم پر زور تو کوئی نہیں تھا۔ البتہ یہ ہوتا رہا۔ کہ میں نے تمہیں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے لئے آواز دی۔ اور تم میری آواز پر اس گناہ کے کام میں شریک ہونے کے لئے اُٹھ دوڑے۔ اب سوچو کہ قصور میرا ہے یا تمہارا۔

مثلاً

میں نے سنیما والوں سے اتنا ہی ون کو رہڑی پر لکھوا کر اعلان کروادیا۔ کہ آج رات فلاں سنیما میں یہ دکھایا جائے گا۔ "شادی کی پہلی رات" بس تم مرد و زن اُٹھ دوڑے۔ یا

مثلاً

میں نے اتنا ہی اپنے دوستوں سے اعلان کرا دیا

تھا۔ کہ فلاں چودھری کے بیٹے کی شادی پر آج رات کو فلاں رنڈی کا گانا اور ناچ ہوگا۔ اور تم اُٹھ دوڑے یا

مثلاً

مَیں نے اپنے دوستوں سنیما والوں سے اتنا ہی ریڑی پر لکھوا کر شہر میں دن کو اعلان کرا دیا تھا۔ " دو گھڑی کی موج" اور میرے دوستو تم رات کو اُٹھ دوڑے۔ پھر رات کو جاگ کر نیند بھی گنوائی۔ ٹکٹ خرید کرنے میں دن کی حلال کمائی حرام میں گنوائی۔ تم ہی انصاف کرو۔ کہ قصور میرا ہے۔ یا تمہارا۔ کیا مَیں نے تمہیں مجبور کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر میرا حکم مانو۔

میرے دوستو

آج مَیں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اور تم میرے کام نہیں آسکتے۔ آج تو ہم سب کو دوزخ میں جانا ہی پڑے گا۔

اے موجودہ دور کے انسانو

گزشتہ ساری معروضات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب آخروی سے بچنا کی فقط ایک ہی تدبیر ہے کہ کتاب الٰہی (قرآن مجید) کو اپنی زندگی کا دستور العمل مان لو۔ اور اس دستور العمل پر عمل کرنے کے لئے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے لئے نمونہ بنا لو۔ جو شخص اس دستور العمل پر خود چلے۔ اور ہمیں چلائے وہ ہمارا ہادی اور ہمارا خیر خواہ ہے۔ ایسے حضرات کی تابعداری ہماری لئے دُنیا اور آخرت دونوں جگہ رحمت ہی رحمت ہے۔ اور جو شخص

اس پروگرام سے ہٹا ہوا ہو

وہ خود گمراہ ہے۔ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ خواہ وہ عالمانہ بھیس میں آئے یا فقیری بھیس میں آئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان کے شر سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

وماعلینا الا البلاغ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

مجلس ذکر منعقدہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

——— خاموش مبلغ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ۔

عرض یہ ہے کہ اپنی اور آپ کی اصلاحِ حال کے لئے یہ اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں۔ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ ع

گفتن و کردن فرقے دارد

زبانی اصلاح کا ہر ایک قائل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا عمل میں لانا اور چیز ہے۔ آج عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

سبق لینا اور چیز ہے
اور
اُس کا پکانا اور چیز ہے

آپ سب جانتے ہیں کہ طالب علم اُستاد سے سبق لیتا ہے پھر اُس کو پکاتا ہے۔ اُستاد نے تین چار مرتبہ کہا ... تبرّں کر تصحیح کرا دی) اور یاد تب ہوگا کہ جب پچاس ساٹھ مرتبہ دہرائے گا۔ جب تک پچاس ساٹھ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ نہ کہے گا وہ ذہن نشین نہ ہوگا۔ اسی طرح باطن کے اسباق بھی پڑھنا اور چیز ہے اور پکانا اور چیز ہے۔ آج پکانے کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اُستاد بتلا دیتا ہے کہ یہ شدّ ہے یہ جزم ہے یہ ضمہ ہے۔ یہ زبر ہے یہ زیر ہے وغیرہ لیکن اُستاد کے صرف اتنا بتا دینے سے وہ سبق پختہ نہیں ہو جاتا۔ آدمی پڑھ تو لیتا ہے منٹوں میں اور پکتا ہے گھنٹوں میں۔ بعینہٖ اسی طرح اصلاحِ حال کے لئے جو امراض ہیں اُن کے نام اور اُن کے باطنی اثرات تو منٹوں میں عرض کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس سبق کے پکانے میں جو موانع پیش آتے ہیں وہ تو مَیں بتلا دیا کرتا ہوں۔ مثلاً یہ حسد ہے یہ کبر ہے عجب ہے ریا ہے۔ میرے عرض کرنے سے آپ کی سمجھ میں تو یہ چیزیں آجاتی ہیں۔ سبق مَیں نے کھلوا دیا۔ لیکن اس مجلس میں سمجھا دینے سے کیا واقعی آپ سے ریا نکل گیا ہے۔ واقعی حسد نکل گیا ہے۔ پکانے کا طریقہ یہ ہے کہ تخلیہ میں بیٹھ کر سوچا کیجئے۔ کہ فلاں کے پاس نعمت ہے۔ کیا میرے خیال میں اس کے خلاف حسد ہے۔ کیا مَیں اس میں مبتلا تو نہیں ہوں۔ حسد یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت اللہ تعالےٰ عطا فرمائے اور یہ خیال کرے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ اور پھر سوچا کیجئے۔ کیا کبر کی بیماری تو مجھ میں نہیں ہے۔ کبر یہ ہے کہ انسان دوسروں کو گھٹیا اور رذیل سمجھے اور اپنے آپ کو بڑا اور معزز شمار کرے۔ اور پھر جب دیکھے کہ مجھ میں فلاں فلاں بیماری ہے تو پھر اس کی اصلاح کی خود بخود کوشش کرے۔ اس کا طریقہ اپنے شیخ سے معلوم کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس طریقہ سے ضرور فائدہ ہوگا۔ اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ تخلیہ میں بیٹھ کر سوچے کہ یہ سبق حال بھی ہوگیا ہے یا نہیں۔ گھر میں علیحدہ کمرہ ہو یا دیہات میں عموماً مسجد خالی ہوتی ہے۔ اُس وقت تخلیہ میں بیٹھکر سوچا کیجئے۔ جب اللہ تعالےٰ سمجھ دے تو رضاء بقضاء الٰہی کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ قال سے حال محض سُننے سے یا سبق لینے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شب و روز جد و جہد بھی کرنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ جب آدمی اس کے لئے خوب محنت کرے گا اور تکالیف برداشت کرے گا۔ تو یہ چیز ویسے حاصل نہیں ہوتی۔ کچھ مشقت اور کام کی ضرورت ہے۔

بیٹھ کر کبر کے معنی سوچا کیجئے۔ مَیں فارسی ہوں اور قرآن کا فاضل ہوں دوسروں کو صحیح پڑھنا بھی نہیں آتا گویا دوسروں کو غیر مکمل اور ناقص سمجھا۔ اپنے آپ کو مکمل سمجھا۔ یہ کبر ہے +

عجب یہ ہے کہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرانجام ہو اور فضل خداوندی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے یہ عجب ہے جیسے ایک مقدمہ میں ایک حاکم نے آپ کا کیس ہمدردی سے سُنا۔ اور صحیح فیصلہ دیا تو جج کا شریف الطبع ہونا واقعہ کا سُننا یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کا دل نرم کیا اُس کو سمجھ عطا کی اور آپ سے صحیح واقعات سُننے پر آمادہ کیا یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اور فضلِ خداوندی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھنا ایک بیماری ہے۔ جسے عُجب کہا جاتا ہے۔ تو ہاں تخلیہ میں بیٹھ کر یہ سوچا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ میں اپنے فضل سے جو کمال رکھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نخوت اور کبر کی وجہ سے مردود قرار دے اور مجھ کو باکمال ہونے کے باوجود اللہ اس جاہل کو اچھا بنا دے۔ مجھے پیچھے ہٹا دے اور اس جاہل کو قبول فرما لے۔ ممکن ہے، مجھ سے یہ اچھا ہو۔

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ اپنی کتاب مکتوبات جو نہایت خوشخط چھپی ہوئی ہے میں لکھا ہے۔ مجدّد الف ثانیؒ کہہ رہے ہیں۔ اے اللہ جس کو تو کافر کہتا ہے یہ مجھ سے اچھا ہے۔ ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔

ملحد وہ ہے جو راہ سے بھٹک چکا ہے۔ زندیق وہ ہے جو بظاہر مسلمان اور اندر سے پکا بے ایمان ہے۔ مجددؒ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مجھ سے اچھا ہے۔

آپ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ بایں ہمہ اپنی ہستی کچھ نہیں سمجھتے۔ جنگل میں کہیں جاکر تخلیہ میں یہ سوچا کیجئے۔ اس کو عربی میں مراقبہ کہتے ہیں

امراض رُوحانی کے علاج سے متنبّہ کر چکا ہوں۔ امراض مذکورہ رُوحانی کی اطلاع پانے کے لئے شفایابی کے لئے سوچنا چاہیئے اور پکانا چاہیئے۔ جیسے حضرت مجدد صاحب

اپنے آپ کو زندیق سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں۔ کبر کا نکلنا بہت مشکل ہے۔ عالم بھی ہو مقرر بھی ہو خطیب بھی ہو۔ اور پھر یہ سمجھے کہ اُس جاہل دیہاتی سے گھٹیا ہوں۔ اور اگر یہ خیال آیا کہ مَیں فاضل ہوں اور یہ جاہل ہے۔ تو گویا مَیں آئی اور نیکیاں ختم ہوئیں تخلیہ میں بیٹھ کر سوچا کریں کہ عُجب کی بیماری سے شفا پاگیا ہوں یا ابھی ہے۔ حسد کی بیماری سے شفا پا گیا ہوں یا ابھی ہے۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔ شاید مجھے دولت دیتا تو مَیں بے ایمان ہو جاتا۔ دولت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی ہوگی قیامت کے دن وہ گنجا سانپ بن جائیگا۔ ڈسے گا اور کہے گا۔ اَنَا کَنزُکَ اَنَا مَالُکَ

خُدا نے آسودہ حالی دی تو دُنیادارو کے رنگ میں آکر بے دین ہو گیا۔ دولت میں مست ہر بُرائی اور ناجائز کام میں مست۔ حلال حرام کی تمیز نہیں ہے۔ دولت نے ایسا ڈسا کہ اندھا ہوگیا۔ اگر پیسے نہ ہوتے تو بہت سے گناہوں سے بچ سکتا تھا۔ کئی آدمی آپ دیکھیں گے پہلے غریب تھے دولت ملی غرور آگیا۔ اندھے ہوگئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دُنیا میں رہتے ہُوئے ان بیماریوں سے شفا نصیب فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

اللہ تعالےٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اَلحَمدُ عَلیٰ کُلِّ حَالٍ وَاَعُوذُ بِاللہِ مِن حَالِ اَھلِ النَّارِ

مدینے کے مسافر سے

(از جناب عبدالرحیم صاحب جاوید الٰہ آبادی)

خجستہ بخت مُسافر رہِ حجاز ذرا
مرا بھی بہرِ خدا اک پیام لیتا جا

تُو جا رہا ہے تو فرقت نصیب عاشق کا
حضورِ خواجۂ یثربؐ سلام لیتا جا

یہ عرض۔ آپؐ کی اُمّت ہے قعرِ ذلت میں
ببارگاہِ رسولِؐ انام لیتا جا

عطا کرے گا یقیناً تجھے بقائے دوام
تُو نامِ ختمِ رُسلؐ صبح و شام لیتا جا

تڑپ رہا ہے فراقِ رسول میں جاوید
سلامِ عاشقِ ناشاد کام لیتا جا

"چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
تو یاد آر حریفانِ بادہ پیما را"

اسلام لانے والوں پر قریش کے جوروستم

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

قریش مکہ کو آزاد کر دینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے۔ (طبری) بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:۔

۱۔ میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں۔ صفات میں اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا۔

۲۔ میں چوری نہ کرونگا۔ زنا نہ کرونگا۔ خون ناحق نہ کروں گا۔ لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا۔ کسی پر بہتان نہ لگاؤنگا۔

۳۔ میں امور حق میں حضورؐ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لئے جاتے تھے۔ کسی کے سوگ میں مُنہ نہ نوچیں گی۔ طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال کھسوٹیں گی۔ نہ گریبان چاک کریں گی۔ نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی۔ اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی۔ عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا۔ کہ پانی سے باسن میں حضورؐ اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے۔ پھر بیعت کرنے والی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے (طبری)

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ حضورؐ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا۔ کہ حضورؐ کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادے سے حضورؐ کے قریب پہنچا تو حضورؐ نے فرمایا۔ کیا فضالہ آتا ہے۔ فضالہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے؟ فضالہ نے کہا۔ کچھ نہیں۔ میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا۔ حضورؐ یہ سُن کر ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔ اچھا۔ تم اپنے خُدا سے معافی کی درخواست کرو۔ یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینے پر رکھ دیا۔ فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب حاصل ہُوا۔ اور حضورؐ کی محبت میرے دل میں اس قدر پیدا ہوگئی کہ حضورؐ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔ میں یہاں سے گھر کو چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی۔ جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے کہا۔ فضالہ ایک بات سُنتے جاؤ۔ میں نے جواب دیا۔ نہیں نہیں۔ خُدا اور اسلام مجھے ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ (طبری)

مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر حضورؐ نے تمام فوج کو ہدایت کر دی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار مرد دو عورتیں (سنن ابو داود عن سعد) جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے۔ اعلان کر دیا گیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان چار مردوں میں سے صرف ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہوچکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اس لئے قتل کر دیا کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابو جہل۔ ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی۔

(۱) عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال ہی میں بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث بھی تھا۔

(۲) ہبار نے سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں نیزہ مارا۔ اور کجاوا گرا دیا۔ اس صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہوگیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی۔

(۳) عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا۔ کہ وحی تو میرے پاس بھی آتی ہے۔ اور محمد تو مجھ سے سُن کر لکھوا دیتے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا۔ نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے۔ دو عورتوں میں سے ایک کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی۔ سزائے قصاص دی گئی تھی۔ معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابو سفیان بھی ہے۔ اس عورت نے حضورؐ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا۔ اُن کی ناک۔ کان کاٹ کر تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

وحشی کو بھی معافی دی گئی۔ جس نے امیر حمزہؓ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا۔ اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے عسکر نے فتح مکہ نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدی اور عفو و رحم مصطفوی نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔ بلکہ مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اُجڑ کر گئے تھے اُن کے گھروں پر کفار قبضہ کر لیا تھا۔ اب ان مسلمانوں نے حضورؐ سے اپنی جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی۔ لیکن حضورؐ نے ان کی درخواست کو نامنظور فرمایا۔ (زاد المعاد جلد اوّل صـ۳۲۰) گویا حضورؐ کا مدعا یہ تھا کہ جن چیزوں کو تم خُدا کے لئے چھوڑ چُکے۔ اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

فتح مکہ ہو جانے کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جن کی حد مکہ سے ملتی تھی۔ سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں۔ تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں۔ وُہ بلا دغدغہ ہمارے ہو جائیں گے۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳)

اور مسلمانوں سے بُت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جا سکے گا۔ لہٰذا اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ہی بلا لیا۔ اور چار ہزار بہادر لے کر مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادیٔ حُنین میں آ اُترے۔ اُنہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورے سے اپنے زن و بچّہ۔ مال و مویشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتایا تھا کہ زن و بچّہ مال و مویشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار اختیار نہیں کرے گا۔

یہ خبر سُن کر حضور بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے اسلامی

لشکر میں مکّہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہوگئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہوگئی تھی۔ اور فوج کو اپنی کثرت پر کچھ غرور ہو گیا تھا۔

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھایا۔ جب لشکرِ اسلام کا اگلا حصّہ (جس کے پاس لڑائی کی ضرورت کے موافق ہتھیار بھی نہ تھے۔) دشمن کی زد میں بے خبر جا پہنچا تو اُنہوں نے اتنے تیر برسائے کہ اُن کو سراسیمہ ہوکے بھاگنے ہی کی سُوجھی۔ قریباً ایک سو صحابی میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ حضورؐ نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا تو حضورؐ اپنے خچّر سے اُترے اور یہ فرمانا شروع کیا :-

انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب
(مسلم عن براء ابن عازب باب جنگ حنین)

"میں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ مَیں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے اب عباسؓ (عم نبیؐ) نے صحابہ کو مہاجرینؓ انصار کے پتے سے ملانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سُنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے (صحیح بخاری عن ابن عباسؓ) اب فوج کی ترتیب ازسرنو کی گئی۔ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا۔ غنیم اس حملے سے بھاگ نکلا اور دو حصّوں میں منتشر ہوگیا۔ (۱) اُن کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھیرا۔(۲) دوسرا گروہ جس میں ان کے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھُپا۔ حضورؐ نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا اور اوطاس کی طرف ابو عامر اشعری کو مامور کیا۔ جنہوں نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہلؐ عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب حضورؐ کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہُوا تو قلعہ کے محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ ان لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔ اوطاس میں ۲۴ ہزار اُونٹ۔ ۴۰ ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار زن و بچّہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ حضورؐ ابھی میدانِ جنگ کے قریب ہی ٹھیرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے۔ اور اُنہوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔ ان میں وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے طائف میں حضورؐ پر پتّھر برسائے تھے۔ اور آخری مرتبہ وہاں سے زیدؓ حضورؐ کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے۔

نبی الرحمۃؐ نے فرمایا۔ جاؤ! تمہارے سب قیدی بلاکسی معاوضہ کے رہا کئے جاتے ہیں۔ اور وہ آزاد ہیں۔

مال غنیمت حضورؐ نے اسی جگہ تقسیم فرمایا۔ عطیّے کے بڑے بڑے حصّے ان لوگوں کو عنایت فرمائے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے۔ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے۔ اُس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ فرمایا انصار کے ساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے لے کر اپنے گھر جائیں گے اور انصاری نبیؐ اللہ کو لے کر اپنے گھروں میں داخل ہوں گے۔ انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرّت حاصل نہ تھی۔

احکام عید الاضحیٰ

(منجانب دار العلوم دیو بند ضلع سہارنپور یو۔ پی)

۱۔ بقرعید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے۔ اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی یعنی بعد تکبیر اولیٰ و ثنا اللہ اکبر کہتے ہوئے تین بار رفع یدین کریں۔ یعنی کانوں تک ہاتھ اُٹھائیں۔ پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر امام فاتحہ و سورت پڑھے مقتدی خاموش رہیں۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ و سورۃ رفع یدین کے ساتھ تین بار تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اُٹھا کر چھوڑتے جائیں۔ اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں۔ اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ہے، اور جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے، تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے میں مصروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ جس میں قربانی اور تکبیرات تشریق کے احکام بتلائے، اس نماز کے لئے بھی باہر عیدگاہ میں جانا سُنّت مؤکدہ ہے، راستہ میں بلند آواز سے تکبیر پڑھتا رہے۔ اور دوسرے راستہ سے واپس ہو تاکہ دونوں راستے گواہی دیں۔

۲۔ بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں۔ اگرچہ حرام بھی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی میں سے کھائے۔

۳۔ تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد مرد کے لئے جہراً کہنا واجب ہے۔ امام اور مقتدی اور منفرد، عورت و مرد سب ایک بار اسطرح تکبیر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۝ نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک۔

قربانی کے احکام

۴۔ ہر مسلمان آزاد مقیم جو کہ ضروریاتِ زندگی کے علاوہ مقدارِ نصاب یعنی ۷½ تولہ سونا یا ۵۲½ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ قربانی میں بکرا یا بھیڑ، یا دُنبہ یا ساتواں حصّہ اُونٹ، گائے، بیل، بھینس کا ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتا ہے۔ جن جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں وہ سات سے کم تعداد کے لئے بھی جائز ہیں۔

بکرا ایک سال کا ہونا چاہیئے۔ اور بھیڑ دُنبہ اگر موٹا ہو اور چھ ماہ سے زائد کا ہو تو ہو سکتا ہے۔ اُونٹ پانچ سال کا ہونا چاہیئے۔ باقی بڑے جانور دو سال کے کافی ہیں۔ نر و مادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔

نوٹ

چونکہ گورنمنٹ نے بہت سی جگہ گائے اور اُس کی نسل پر پابندی لگا رکھی ہے اس لئے ایسے مقامات کے باشندے اُن احکام کا لحاظ رکھیں۔

۵۔ قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔ لیکن اگر کسی طرف پائے کھال بھی لگا دیئے جائیں تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔

۶۔ شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں۔ اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جس وقت نماز کا وقت گزر جائے تو اس وقت قربانی کرنا درست ہے۔ یعنی بعد زوال کے۔ اور دوسرے تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے۔ یعنی اگر نماز بقرعید کسی عذر سے قضا ہوگئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح بارھویں تاریخ کو بھی۔ اور گاؤں والوں کو دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے۔

۷۔ قربانی کے تین دن ہیں، دسویں گیارھویں، بارھویں ذی الحجہ کی۔ مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے، پھر دوسرے دن۔ پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہوسکتی ہے۔

۸۔ رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہیں۔

۹۔ اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا، تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

۱۰۔ قربانی کے وقت کوئی نیّت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں اگر صرف دل میں خیال کرلیا کہ مَیں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دُعائے ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھے گا تو بہتر ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

۱۱۔ جب قربانی کو قبلہ رُخ لٹائے۔ تو یہ دُعا پڑھے۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

۱۲۔ ذبح کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ۝

۱۳۔ بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غرباء و مساکین پر صدقہ کرے ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے۔ اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لے۔ لیکن جس شخص کا کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کرسکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

۱۴۔ جس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہ تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا۔ تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہوگیا۔ اس کو فروخت نہیں کرسکتا۔ اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے اُس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ واسطے محتاجوں کو دے دینا چاہیئے۔ غنی اور نذر کرنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۵۔ جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی کے دن گزر جائیں اور وہ قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

۱۶۔ جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ اور اگر بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر جڑ سے اُکھڑ گیا ہو۔

تو درست نہیں اور بدھیا کی قربانی بھی درست ہے۔ خواہ مل کر بدھیا کیا گیا ہو یا نکال کر، اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں، اور ایسے دُبلے جانور کی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ ایسے لنگڑے کی جو مذبح تک نہ جا سکے، اور نہ ایسے جانور کی جس کی بیماری ظاہر ہو۔ اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو۔ یا تہائی سے زیادہ دم کٹی ہوئی اور نہ اس جانور کی جس کے دانت نہ ہوں۔ البتہ اگر تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہ گئے تو جائز ہے۔

۱۷۔ چرمِ قربانی کو بدوں فروخت کرنے کے اپنے کام میں لاسکتا ہے۔ یعنی ڈول وغیرہ اُس سے بنا سکتا ہے۔ خود اس کو فروخت کرنا نہیں چاہیئے۔ لیکن اگر فروخت کر دیا ہے تو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور قصاب کی اُجرت قربانی میں سے دینا جائز نہیں۔ اور **عالمگیریہ** میں ایک روایت ہے۔ کہ چرم قربانی کا صدقہ کرنے کے لئے فروخت کرنا درست ہے۔

۱۸۔ چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام و موذّن کو بسبب اس کی امامت و اذان کے دینا درست نہیں ہے۔ اور طالب علم دین اس کے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعتِ علم دین کا۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ الصدقة علی المسکین صدقة وھی علی ذی الرحم اثنتان صدقة وصلة ۔

طالبان علم دین کی مدارات اور اُن کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرنے کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید فرمایا ہے۔

وعن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فستوصوا بھم خیرا (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔ کہ تمام آدمی تمہارے تابع ہیں اور اطراف عالم سے تمہارے پاس . . . . بہت سے آدمی علمِ دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ سو وہ جب تمہارے پاس آئیں تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔

دین و دُنیا

(از جناب عبد الرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی۔اے۔ بی۔ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

(قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط سورہ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے۔ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو، جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی

وجہ حلال سے روزی حاصل کرنے اور زینت و آرائش کے جائز سامان مہیا کرنا جیسے عمدہ لباس پہننا منع نہیں ہے بلکہ شکر گزاری اور اظہار نعمائے خداوندی کے واسطے ضروری ہے۔

آپ کا ارشادِ عالی ہے کہ حُبِّبَ اِلَیَّ الطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ (میرے دل میں خوشبو اور عورت کی محبت پیدا کر دی گئی ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی میں رکھی گئی ہے۔

اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اِمْرَاَۃٌ صَالِحَۃٌ (دُنیا فائدہ حاصل کرنے کی چیز ہے۔ اور دُنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔ جب اُس کا شوہر اُس کی طرف دیکھتا ہے تو اُس کو خوش کر دیتی ہے اور جب وہ اُسے کسی کام کو کہتا ہے تو فوراً تعمیلِ حکم کرتی ہے۔ اور جب وہ کہیں باہر جاتا ہے تو اُس کے گھر بار اور دولت کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔

جو لوگ نکاح کرنے کو مذہبی زہد اور تقوے کے خلاف سمجھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو اس طرح ہدایت فرمائی نکاح کرو۔ کیونکہ میں اور امتوں کے مقابلہ میں تمہاری بڑھتی ہوئی نسلی تعداد پر فخر کروں گا۔

ابو داؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک دمشقی سردار حضور خاتم النّبیین کی خدمت سراپا رحمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا یا رسول اللہ! میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہوں۔ اور رات بھر نوافل پڑھتا رہتا ہوں۔ اور اپنے تمام اعزّہ و اقربا سے اور دوست و احباب سے کنارہ کشی اختیار کرکے جنگل میں رہ کر زندگی بسر کرتا ہوں۔ اور میرا خرچ میرے بعض رشتہ دار برداشت کرتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے اسلامی زندگی تو یہ ہے کہ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ اور اس کے بندوں کا حق بھی ادا کرو۔ دیکھو میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ اور عورتوں سے خانہ داری کے تعلقات بھی رکھتا ہوں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور یاد رکھو کہ تم پر اہل و عیال کا بھی حق ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تم روزہ بھی رکھو۔ اور افطار بھی کرو۔ نمازیں بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک آدمی چُست و ہوشیار رہے اُس وقت نماز (نفل) پڑھتا رہے۔ اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

وہ مسلمان جو لوگوں میں رل مل کر رہتا ہے اور اُن کی دی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اُس مسلمان سے بہتر ہے۔ جو لوگوں میں رل مل کر نہیں رہتا۔ نہ اُن کی ایذا دہی پر صبر کرتا ہے۔

اولاد کی پرورش اور محبّت کو بہت بڑی اخلاقی فضیلت قرار دیا اور جو عورتیں اولاد سے زیادہ محبت رکھتی ہیں اُن کی آپ نے خاص تعریف و تحسین فرمائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض صحابہؓ ایسے بھی تھے جو اپنے تمام زر و مال کو خدا کی راہ میں صرف کر دینا افضل خیال کرتے تھے۔ لیکن چونکہ اس سے اولاد کے حق کو سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسی خیرات سے منع کر دیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اگر تم اپنے ورثا کو دولتمند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اُن کو محتاج اور بھیک منگا بنا کر چھوڑ مرو۔ تم خالصاً لوجہ اللہ جو کچھ بھی خرچ کرو گے۔ یہاں تک کہ اپنی بیوی کے مونہہ میں ایک لقمہ بھی کھلاؤ گے تو بھی ثواب پاؤ گے دُنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی عطا کی

باقی صفحہ ۱۸ پر

الاستفتاء

(ازجناب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور)

سوال- کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلے کے کہ

ایک خطیب کہ بروز جمعۃ المبارک کی دوسری اذان کے بعد خطبہ خالص عربی زبان کے آیتوں - حدیثوں کا ترجمہ بزبان پنجابی - اُردو وغیرہ میں کرے یا نظمیں پڑھے مختصر یہ کہ کیا عربی زبان کے علاوہ کوئی زبان، خطبہ جمعہ میں جائز ہے - برائے مہربانی تفصیل سے جواب ہفت روزہ خدام الدین میں شائع فرماکر مشکور فرمادیں -

المستفتی لحی زمان عباسی

ایجنٹ ہفت روزہ خدام الدین حویلیاں ہزارہ

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

خطبہ جمعہ و عیدین کا درجہ بڑا ہے- ان میں کچھ فرض کچھ واجب اور کچھ سنتیں بھی ہیں- ان کو دوسری تقریر دن کے موافق قرار دینا غلطی ہے- آیت **واذاقری القرآن** کا شان نزول بعض صحابہ سے خطبہ جمعہ منقول ہے- جس میں خطبہ کو قرآن سے تعبیر فرماکر اس کا عربی میں ہونے کا اشارہ ہے- آیت **فاسعوا الی ذکر الله** میں سعی اول خطبہ کی طرف ہوگی- وہ ذکر اللہ ہو گا- اس اشارہ سے بھی عربی ہونا ثابت ہے- اور باوجود ضرورت ہو جانے کے صحابہ نے کبھی خطبہ غیر عربی میں نہیں پڑھا- یہ بھی اسکی عربیت کی اہمیت کی دلیل ہے- اس لئے بجا ہے کہ ہم خود کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان جنت کی زبان قرآنی آیات کے تابع کریں- اتنی عربی سیکھیں الٹے ایسی اہم چیز کو اپنے تابع بنانے لگے- یہ بڑی بے ادبی ہے- اس لئے کل غیر عربی میں یا کچھ عربی کچھ غیر عربی میں درست نہیں- اسی لئے علمائے پاکستان نے قبل اذان خطبہ تقریر اور بعد اذان خطبہ عربی خطبہ کا دستور بنا رکھا ہے- اس مضمون پر رسالے بھی تالیف شدہ موجود ہیں- مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ الاعجوبہ میں عربی زبان میں مولانا عبدالحی لکھنوی کا رسالہ آکام النفائس ہے- واللہ اعلم

کتبہ جمیل احمد تھانوی

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ

نکاح کے وقت مجلس میں سے دو گواہ اٹھاکر دلہن کے پاس جاکر اپنے کانوں سے سن کر فلاں وکیل مہر مقرر کرے اور عقد ہو جاوے- ان سے شہادت لے کر پھر نکاح ہو- یا بغیر گواہ بھیجنے کے ایک ولی جائز خودبخود سوال جواب یا مہر مقرر کرکے عقد کرا دے- یہ دونوں طریقے ہمارے علاقے میں ہو رہے ہیں- اس کے متعلق تفصیل سے جواب بذریعہ ہفت روزہ خدام الدین دیں- کہ کس طرح سے نکاح جائز ہے- تاکہ اس پہ عمل کیا جاوے-

لحی زمان عباسی حویلیاں

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

ولی کا خود لڑکی کہنا بھی کافی ہے اور بغیر کہے بھی نکاح کر دیگا تو نکاح ہو جائے گا- لیکن بالغہ کی منظوری پر موقوف ہو گا- اگر وہ قول سے یا فعل سے منظور کر ے گی تو ہو جائیگا، نامنظور کر دیگی باطل ہو جائے گا- در مختار شامی وغیرہ میں موجود ہے

اور لڑکی سے پوچھنے پر دو گواہ اور اجازت لینے والا وکیل ہونا احتیاط کی بات ہے- کہ اگر لڑکی کسی وقت اس کا انکار کر دے کہ مجھ سے اجازت نہیں لی گئی- تو ان گواہوں سے اجازت لینا ثابت کیا جا سکتا، ہے- اس لئے گواہوں کا ہونا بعد میں کام آسکنے کی وجہ سے احتیاط کی چیز ہے ورنہ ولی کا اجازت لینا بھی کافی ہے- نکاح اس سے بھی ہو جاتا ہے-

لیکن گواہ لڑکی کے محرم لوگ ہونے چاہئیں جن سے ان کا پردہ نہیں اور وہ اس کو پہچانتے ہوں- واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی

سوال :- رواجی مہر ۲۵ روپے سے لے کر پانچ ہزار تک ہو رہا ہے- بعض جگہ علماء کرام کو یہ کہا گیا ہے کہ قانون شریعت کے مطابق مہر مقرر کیا جاوے- بعضے علماء کرام ۲۵ روپے بعضے ۳۶ روپے، بعضے ۱۱۸ روپے مقرر کرتے ہیں- برائے مہربانی صحیح جواب بذریعہ ہفت روزہ خدام الدین تحریر فرمادیں کہ کتنا مہر مقرر کرنا چاہیئے- یا طاقت کے مطابق مقرر کیا جاوے کیا ایک غریب آدمی کو زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے- کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مہر تفصیل سے جواب تحریر فرمادیں تاکہ اس پہ عمل کیا جاوے-

لحی زمان عباسی حویلیاں

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

یہ جو شرعی مہر ۳۲ روپے کہا جاتا ہے اس کی تو کوئی اصل نہیں- شریعت نے کم سے کم مہر دس درہم (تقریباً ۳ تولہ چاندی) مقرر فرمایا- اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے- ہاں حیثیت سے زائد ناپسند ہے- یہ تو مقرر کرنے کے لئے ہے- اگر مقرر نہ کیا گیا تو مہر مثل واجب ہو گا- یعنی لڑکی کی دادھیالی اس جیسی لڑکیوں کا جو مہر ہے وہ مقرر مانا جائے گا- وہی دینا ہو گا- اور اصل حق لڑکی کا وہی ہے- اگر مہر کم کرنا ہو تو لڑکی سے منظور کرایا جاتے- ورنہ لڑکی پر یہ ایک ظلم ہو گا- مہر کے کم کرنے کی احادیث کا مطلب خاندانی مہر کے کم کرنے کی فضیلت ہے- اس میں بہت لوگ غلطی کر جاتے ہیں اس کو خوب سمجھ لیا جائے- واللہ اعلم-

جمیل احمد تھانوی

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ

نکاح میں مہر رواجی مقرر ہونا چاہیئے یا حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے- یا سنت طریقہ پہ ہونا چاہیئے- اگر سنت طریقہ پر ہو تو صحیح شریعت کا مقررہ مہر بحوالہ کتب حدیث تحریر فرما دیں تاکہ اس پہ عمل کیا جاوے- یہاں اگر علمائے دین کو اجازت دی جاوے کہ حق مہر مطابق شریعت مقرر ہو جاوے تو کوئی علماء ۲۵ روپے کوئی ۳۶ روپے کوئی ۱۱۸ روپے حتی کہ مختلف رقومات مقرر ہوتی ہیں- اور اس کی ادائیگی کا طریقہ بھی تفصیل سے ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں جواب شائع فرماکر مشکور فرمادیں

لحی زمان عباسی حویلیاں

الجواب مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً

شریعت نے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً ۳⅓ تولہ چاندی) مقرر کی ہے- اور زائد کی کوئی حد نہیں وہ حسب حیثیت جانبین ہونی چاہیئے-

مگر عورت اصل حق مہر مثل ہے جو اس

کی دادھیالی اس جیسی لڑکیوں کا ہوتا ہے پھوپھیوں کا چچازاد پھوپھی زاد اور سگی بہنوں کا جو مہر خاندانی مہر ہے اصل حق وہ ہے۔ چنانچہ اگر مہر کا نکاح کے وقت ذکر نہ ہو تو وہی مہر واجب ہوگا۔ اب نکاح کے وقت مہر اس سے کم کرنا لڑکی پر ظلم ہے اس کی مرضی حاصل کئے بغیر کم کرنے کا حق نہیں۔ اسی لئے فقہا نے لکھا ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کوئی اور ولی اگر لڑکی کا نکاح کرتا ہے اور وہ مہر مثل سے اس قدر کم کرتا ہے جسقدر کمی عام طور سے برداشت نہیں کی جاتی تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

جن احادیث سے مہر کم کرنے کی فضیلت ہے۔ ان میں اس طرح شخصی کم کرنا مراد نہیں خاندان کے خاندان کا اپنا مہر مثل کم کر دینا مراد ہے۔ اس مسئلہ سے بہت علماء کو بھی مغالطہ ہوتا ہے۔ اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

۳۲ روپیہ کو جو شرعی مہر کہا جاتا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور ادائیگی کا طریقہ تو وہ ہے جو اس وقت طے ہو۔ معجل (پیشگی) موجل (ادہار) مگر آجکل ان دونوں لفظوں کا مفہوم ہمارے یہاں غلط استعمال ہو رہا ہے۔ معجل کے معنے وقت طلب اور موجل بعد علیحدگی اس لئے ادا کرنا اسیطرح واجب ہوگا جسطرح لوگ سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی

سوال:- لڑکی جب جوان ہو جائے تو ماں و باپ کو اسے جلدی بیاہنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آجکل اکثر لوگ تعلیم یافتہ لڑکیوں کی کمائی کے لالچ میں نہیں بیاہتے۔ یا پھر جہاں سوتیلا پتا ہو وہاں گھر کے کام کاج کے لئے روکے رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے لڑکیاں مجبور ہو کر دوسرے ذرائع اختیار کر لیتی ہیں اور نتیجہ ناجائز تعلقات اور اغوا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ آخر کار انہیں چکلوں تک کی زینت بننا پڑتا ہے جو معاشرے پہ ناسور بن چکا ہے۔ یہاں تک کہ شریف اور مہذب گھرانوں کی لڑکیاں فریب میں پھنس جاتی ہیں۔ اور پھر نہ گھر کی نہ گھاٹ کی رہتی ہیں۔ ان تمام بیماریوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ لڑکیاں چوبیس سے اٹھائیس سال تک کی ہو جاتی ہیں اور ماں باپ ان کی شادی میں کوتاہی برتتے ہیں۔ اس لئے آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس سلسلے میں مفصل اور مدلل قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک شمارہ نکالیں امید ہے کہ جن ہاتھوں میں آپ کا رسالہ پہنچے گا ضرور انشاء اللہ ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹے گا۔ اور خوف خدا پیدا ہونے کی وجہ سے فکر مند ہوں گے۔ کم علمی کی وجہ سے ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے ہیں۔ تھوڑا لکھے کو بہت سمجھیں۔

عظمت الٰہی راولپنڈی

الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے **وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ** بے نکاحوں کا نکاح کراؤ۔ اس لئے سب کو کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ جو بے نکاح ہوں، مرد ہوں یا عورت، بیوہ ہو یا کنواری ان کا نکاح کرایا جائے۔ اور بے نکاح وہی کہلا سکتے ہیں جو اس کے اہل ہوں اس لئے اس کا اہل یعنی بالغ ہوتے ہیں یہ حکم متوجہ ہو جاتا ہے گو جائز پہلے بھی ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے "جسکے اولاد پیدا ہو۔ تو وہ اس کا اچھا نام رکھے، علم و تہذیب سکھائے۔ **فاذابلغ فلیذوجہ** جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر بالغ ہو گیا اور اس نے نکاح نہ کیا، اور وہ کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھا تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہے" (مشکوۃ سیفی)

حضور نے فرمایا کہ توراۃ میں بیان ہے جسکی لڑکی بارہ ۱۲ سال کی ہوگئی اور اس نے اسکا نکاح نہ کیا۔ پھر اس سے کوئی گناہ کی بات ہوگئی تو اس کا گناہ خود اس پر بھی ہے۔ (مشکوۃ بیہقی شعب الایمان)

آج فساد افعال و اخلاق میں اس کا بھی ہاتھ ہے۔ کہ لڑکے لڑکیوں کی شادیوں میں دیر کی جاتی ہے۔ اور باوجود اچھا رشتہ موجود ہونے کے بھی دیر کی جاتی ہے جب کہ کوئی عذر بھی نہیں رہتا۔

گویا بلا عذر دیر لگانے والے اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو برائیوں کے راستہ پر متوجہ ہونے کے مواقع فراہم کر رہے ہیں اور اس طرح اپنی اور اپنے خاندان کی عزت اور قومی ناموس کی دشمنی کر رہے ہیں۔ دین و دنیا کی آفات کو دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھیں کھولدیں اور صحیح راہ عمل دکھلا دیں واللہ اعلم۔

جمیل احمد تھانوی

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تجارت پیشہ کوئی تاجر یا دکاندار بوقت فروخت کہہ دے کہ ادھار والوں کے لئے کچھ رعایت نہ ہوگی اور نقد، گاہکوں کو آنہ یا دو آنہ فی روپیہ کمیشن بطور رعایت وضع کیا جاوے گا۔

مثلاً نقد والے ۱۴ر یا ۱۵ر فی سیر اور ادھار والے ایک روپیہ فی سیر تو کیا یہ بلحاظ تجارت جائز ہے یا ناجائز۔

شیخ برکت علی گندھی اوتاڑ ضلع لاہور

الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

جی ہاں یہ بات جائز ہے۔ اسکی بحث و دلائل خدام الدین میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ

ایک دیہات میں جمعہ شریف پڑھایا جا رہا ہے۔ اس میں مولانا صاحب خطبے کی آذان سے قبل کوئی تقریر و مسائل نہیں سناتے۔ جب خطبے کی آذان ہو جاتی ہے۔ تو خطبہ عربی کے علاوہ کافی دیر تک اردو ترجمہ پنجابی۔ فارسی اور نظمیں پڑھتے ہیں۔ برائے کرم تفصیل سے جواب دیں کہ عربی مختصر کے علاوہ نظمیں وغیرہ پڑھنی جائز ہیں۔

لجی زمان عباسی حویلیاں

الجواب مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

خطبہ فرض ہے۔ اسمیں واجبات سنتیں و اور مستحبات ہیں۔ اس کا حکم تقریر کا نہیں ہے۔ حضور سے یا صحابہ سے جبکہ صحابہ کے زمانے میں عجمی ملک فتح ہو چکے تھے۔ عربی کے علاوہ کسی زبان میں خطبہ ثابت نہیں نہ پورا خطبہ نہ کچھ حصہ۔ اس لئے خطبہ کو تقریر پہ قیاس کرنا درست نہیں۔ خطبہ تو جمعہ عیدین وغیرہ کا عربی میں ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے علمائے پاکستان نے آذان خطبہ سے پہلے تقریر اور آذان خطبہ کے بعد صرف عربی خطبہ کا دستور قائم کیا ہے۔ اب **واذا قری القران فاستمعوالہ وانصتوا** کا شان نزول بعض مفسروں نے خطبہ بھی کہا ہے تو اللہ تعالےٰ نے خطبہ کو قرآن مجید کا حکم دے کر اس کا سننا واجب فرمایا ہے۔ نہ قرآن اردو میں پڑھنا نماز کے اندر جائز نہ خطبہ اردو وغیرہ میں جائز۔ اس مسئلہ پہ مستقل رسالے کے رسالے تالیف ہو چکے ہیں عربی فارسی، اردو میں تالیف شدہ ملتے ہیں۔ مولانا عبدالحی کا عربی رسالہ آکام النفائس فی الاذکار بلسان الفارس بہترین تحقیق ہے۔ اور ہر زبان میں ملتے ہیں۔ واللہ اعلم

کتبہٗ جمیل احمد تھانوی

مفتی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور۔

بقیہ دین و دُنیا صفحہ ۱۴ سے آگے

ہُوئی نعمتوں کے اظہار کے دو طریقے ہیں۔ ایک اظہارِ قولی یعنی اللہ تعالےٰ کے احسانات کا زبان سے ذکر و شکر کرنا دوسرے اظہار فعلی جیسے اچھا کھانا پینا، اچھّا پہننا اوڑھنا اور ہر طرح کی جائز نعمتوں سے خود بھی فائدہ اُٹھانا اور دوسروں کو نفع پہنچانا۔

حصولِ دولت کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ عبادت کے سترّ حصّے ہیں۔ مگر ان میں سب سے بڑھ کر حصّہ حلال روزی کا تلاش کرنا ہے۔

جو شخص وجہ حلال سے مال جمع کرنا پسند نہ کرے ایسا مال جس سے اپنی آبرو محفوظ رکھ سکے۔ اپنا قرض ادا کر سکے۔ اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کر سکے اس شخص میں کوئی خوبی نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رض سے روایت ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اپنا بار دوسروں پر ڈالتا ہے۔ اور خود محنت و مشقت کرکے جائز طریق پر روزی نہیں پیدا کرتا وہ ملعون ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی رض فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص تمام دُنیا کی دولت سمیٹ کر اپنے گھر میں جمع کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ

اس دولت سے خدا کا قُرب حاصل کرے

تو وہ شخص زاہدوں میں سے ہے۔ اور اگر کوئی شخص تمام مال و دولت دنیاوی سے دستبردار ہو جائے۔ اور بالکل دامن جھاڑ کر الگ ہو جائے اور یہ فعل اس کا اللہ واسطے نہ ہو۔ تو وہ شخص زاہد نہیں مکار ہے۔

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر وجہ حلال سے دولت پیدا کی جائے، بے جا اور فضول خرچوں سے بچا کر جائز اور حلال مصارف میں صرف کی جائے۔ تو یقیناً ایسی دُنیا طلبی عین دین طلبی ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ جو مال و دولت، سعادتِ اُخروی کا ذریعہ ہو۔ اور وسیلہ ہو۔ اور بندہ سے خدا کو ملا سکتا ہو۔ وہ دولت و مال مبارک ہے اور جس مال کی تعریف قرآن و حدیث میں وارد ہُوئی ہے۔ وہ یہی مال ہے۔ اور اس کے برعکس جو مال و دولت شقاوتِ اُخروی کا باعث ہو اور انسان کو خدا پرستی کے درجہ سے گرا کر نفس پرستی کے درجہ تک پہنچا دے۔ اور خدا کی طرف سے روگرداں، سرکش، مغرور، متکبّر اور اپنے معبودِ برحق سے غافل بنا دے۔ وہ صاحب مال کے واسطے ایک بہت بڑی آفت اور مصیبت ہے۔ اور اسی مال و دولت اور دُنیا طلبی کی قرآن و حدیث میں مذمت وارد ہوئی ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ۔ ہر جائز چیز کھاؤ پیؤ اور فضول خرچی نہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ سو شریعت اسلام نے اچھّا کھانے، اچھا پہننے سے کبھی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ اُن سے متمتع ہونا بغرض اظہار شکرگزاری باری تعالےٰ اشد ضروری ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے کہ مال و دولت کو بے جا موقعوں پر مت اُڑاؤ۔ کیونکہ بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو متوسط درجہ کی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی۔ اور ان تمام سامانِ عیش و آرام کو جن میں حکمِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اسراف ہو اور جن کے استعمال سے انسان متکبّر اور مغرور ہو کر اپنے ابنائے جنس کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگے۔ قطعاً ناجائز و حرام قرار دیا ہے۔

اسلام نے جس طرح دُنیا کے لئے آخرت ترک کرنے کی ممانعت کی ہے اسی طرح آخرت کے واسطے ترکِ دُنیا کی بھی اجازت نہیں دی۔ بزعم خود دُنیاوی تعلقات کو ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کرنا یا جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے کو دین سمجھنا فطرتِ انسانی کے خلاف اور تکلیف مالایطاق ہے۔ جو لوگ دین کے لئے دُنیا کو حاصل کرتے ہیں اور مال و دولت کو نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ اُن کے لئے دُنیا اور مالِ دُنیا مبارک ہے اور ایسی دُنیا کے لئے کہا گیا ہے۔ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مگر جو لوگ حلال و حرام میں تمیز نہ کرکے دولت جمع کرتے ہیں۔ اور اس کو ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانی میں اُڑاتے ہیں۔ حقوق اللہ، اور حقوق العباد اور روز قیامت کے عذابِ الیم سے غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کی شان میں وہ حدیث ہے۔ حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ۔ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی سرتاج ہے۔

مختصر یہ کہ دین و دُنیا کا ساتھ گویا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ معاملاتِ دُنیا کا انجام دینا اور اس کے ساتھ فکرِ عقبےٰ اعلےٰ درجہ کی دینداری ہے۔ محض فکرِ آخرت یا محض فکرِ دُنیا سے دین حاصل نہیں ہوسکتا عارفِ رومی کا قول ہے کہ ؎

چیست دُنیا از خُدا غافل بدُن
نَے قماش و نقرہ و فرزند و زن

مبارک ہیں وہ جو دولت کو اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے بقدرِ ضرورت صرف کرتے ہیں۔ اور باقی ماندہ سے اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ غریبوں اور مفلسوں کی امداد کرتے۔ اور دیگر کارہائے دینی میں خندہ پیشانی سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو مال و دولت کی زیادتی کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ ایسے لوگ ایک لمحہ کے واسطے خُدا اور یادِ خدا سے غفلت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو دُنیا میں بھی سرخروئی حاصل رہتی ہے۔ اور آخرت میں بھی سربلندی نصیب ہوتی ہے۔

بچوں کا صفحہ

اطاعتِ والدین

(از جناب چودھری محمد اختر صاحب نیازی مبارک پور بہاولپور ڈویژن)

عزیز بچو! اطاعت والدین یعنی ماں باپ کے ہر کام اور ہر بات کو غرضیکہ ہر طرح کے حکم کو ماننے کا نام "تابعداری" ہے۔ ویسے تو بچوں کو اپنے اساتذہ اور ہر ایک بڑے آدمی کی تابعداری کرنی لازمی ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حق والدین کی تابعداری کرنا ہے۔ والدین مرتبے کے لحاظ سے سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور اُن کے اولاد پر احسانات بھی بہت ہیں۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے۔ تو ماں باپ ہر طرح سے اس کی خبرگیری رکھتے ہیں۔ بچے کی پرورش کی خاطر سو سو تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ رات کو بچے کی معمولی سی رونے کی آواز آنے پر فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے آرام اور نیند کا ذرہ بھر خیال نہیں کرتے۔ خواہ ساری رات ہی کیوں نہ گزر جائے۔ اگر کوئی چیز اصرار کرکے مانگی جائے تو فوراً حاضر کرتے ہیں۔ جب ذرا بڑے ہوتے ہیں تو سکول میں داخل کرتے ہیں۔ اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر تمام عمر کی کمائی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔ اور ایک حیوان سے مکمل انسان بناتے ہیں۔ غرضیکہ اولاد کی خاطر ہزارہا مصیبتیں اُٹھاتے ہیں۔ اور اپنی آسائش کا ذرہ بھر خیال نہیں کرتے۔ پھر اگر ماں باپ کی تابعداری نہ کی جائے تو بہت ہی افسوس ہے۔ والدین کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ جو بچے ماں باپ کا کہا نہیں مانتے وہ سب کی نظروں میں ذلیل رہتے ہیں۔ اور والدین بھی ناراض رہتے ہیں۔

پیارے بچو والدین کی ناراضگی کو محسوس نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ والدین کی ناراضگی کی اصل وجہ تو بچوں کی عادتوں کو سدھارنا ہوتا ہے۔ پس بچوں کو چاہئے۔ کہ اپنے والدین کی پوری طرح سے تابعداری کریں۔ اور اُن کے دل کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائیں۔

اگر صحیح معنوں میں سوچا جائے۔ تو خدا تعالےٰ کے بعد ماں باپ کا ہی درجہ بڑا ہے۔ کہ جن کے طفیل سے عدم سے وجود میں آئے۔ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بار بار یہی فرماتے رہے ہیں۔ کہ سب کاموں سے بہتر کام والدین کی تابعداری ہے۔ بلکہ آپؐ نے تو یوں ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ، یعنی کہ جنت والدہ کے قدموں کے نیچے ہے۔ خواہ انسان کتنا ہی پرہیزگار اور عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ والدین کی تابعداری کے بغیر کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی دُنیا میں آرام کی زندگی گزار سکتا ہے۔ غرضیکہ بغیر والدین کی تابعداری کے دونوں جہان کی سعادت سے محروم رہتا ہے۔

پس اے عزیز بچو۔ تہ دل سے والدین کی تابعداری کرو۔ اور دین و دُنیا میں بڑائی حاصل کرو۔ آپ کی کامیابی کا حل والدین کی تابعداری ہے۔

سے زیادہ لازمی ہوتی ہے بچپن ہی میں حاصل کرنا چاہئے تابعداری ہی سے

اگر کوئی معمولی سی بھی تکلیف ہو تو وہ ساری ساری رات ان کے لئے جاگتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی

اہل اللہ تاجر

(از محمد شفیع عمر الدین سچاول)

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ، فرماتے ہیں: "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ - تجارت و بیع ایشاں را مانع ذکرِ خدا نیست در عین تعلق بایں امور بے تعلق اند۔ حضرت خواجہ نقشبند فرمودہ اند۔ قدس اللہ تعالےٰ سرہ القدس۔ کہ در بازار منیٰ تاجری را دیدم کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش را خرید و فروخت نمود۔ مگر یک لحظہ دل او از حق سبحانہ غافل نگشت۔"

(از مکتوب ۳۳ دفتر اوّل)

ترجمہ "ایسے آدمی جنہیں سوداگری اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

(النور آیت ۳۷)

یہ لوگ ان کاموں میں ظاہری طور سے بالکل مشغول ہونے کے باوجود باطنی طور سے ان سے بے تعلق ہیں۔ (یعنی اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے ہیں۔

(اسی طرح کے ایک تاجر کے بارے میں) حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں نے بازار منیٰ میں ایک سوداگر کو دیکھا۔ جس نے کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی، مگر اس کا دل ایک لحظہ بھر بھی اللہ تعالےٰ کی یاد سے غافل نہ ہوا۔

۷۸۶

سید الاستغفار

المشیع

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین
دروازہ شیرانوالہ لاہور

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ

(رواہ البخاری) ص ۹۳۳ مطبوعہ مجتبائی سنہ ۱۳۴۳ھ

ترجمہ

اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا۔ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور اپنی توفیق کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جو گناہ میں نے کئے۔ ان کی برائی سے بچنے کیلئے تیری پناہ میں آتا ہوں تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں۔ ان کا اقرار کرتا ہوں۔ اور جو گناہ مجھ سے ہوئے ہیں ان کا بھی اقرار کرتا ہوں تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔

سید الاستغفار کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص یقین کر کے یہ کلمات دن کو کہے۔ پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ بہشتی ہوگا اور جو شخص یقین کر کے یہ کلمات رات کو کہے۔ پھر صبح ہونے سے پہلے مر جائے تو وہ بھی بہشتی ہوگا۔

شرائطِ استغفار

محققین اسلام نے توبہ کے لئے تین شرطیں لکھی ہیں۔ گذشتہ گناہوں پر دل میں افسوس پیدا ہونا۔ توبہ کے وقت گناہوں سے باز آجانا۔ آئندہ نہ کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرنا۔ اگر ان شرطوں کو ملحوظ رکھ کر کوئی شخص ایک دفعہ بھی سید الاستغفار پڑھے گا تو واقعی اسکے سب گناہ معاف ہوجائینگے۔

۷۸۶

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو فقرے زبان پر ہلکے اقیامت کے دن امیزان میں بھاری رحمان کے ہاں پیارے ہیں

کارڈ نمبر ۲

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

رواہ البخاری

ترجمہ | اللہ تعالیٰ کی پاکی اور اس کی تعریف بیان کرتا ہوں
اللہ تعالیٰ عظمت والا سب عیبوں سے پاک ہے

ضروری گذارش

ایسا چھوٹا سا وظیفہ اور اس پر اتنا بڑا ثواب۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے روزانہ پڑھیں تاکہ اس کی برکت سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جائے اور عذاب دوزخ سے نجات پائیں۔
باوضو پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ بے وضو بھی پڑھ سکتے ہیں

ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین
دروازہ شیرانوالہ لاہور

: ایڈیٹر :

عبد المنان چوہان

شرح چندہ

سالانہ .... ۱۲ روپے
ششماہی .... ۷ روپے
سہ ماہی .... ۳½ روپے

شرح اشتہارات

آخری صفحہ ۴ روپے فی انچ، سنگل کالم
اندرون ۳ روپے فی انچ، سنگل کالم

صرف سرورق فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپا